باب ۸

دعوتِ اسلامی کو روکنے کے لیے قریش کی تدبیریں

اس بحث سے پہلے ابتدا ہی میں یہ جان لینا ضروری ہے کہ سارے قبیلۂ قریش کا رویّہ اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں یکساں نہ تھا، بلکہ لوگ مختلف طبقوں میں بٹے ہوئے تھے۔

ایک طبقہ شدید ترین مخالفین کا تھا جو زیادہ تر بڑے بڑے سرداروں پر مشتمل تھا۔ ابن سعد نے طبقات میں ان لوگوں کے نام لکھے ہیں: ابوجہل، ابولہب، اَسْوَد بن عبدِ یَغُوث (یہ بنی زُہرہ میں سے، حضورؐ کا ماموں زاد بھائی تھا)۔ حارث بن قیس بن عدِی (جو بنی سَہم میں سے تھا اور ابن الغَیطَلَہ کے نام سے مشہور تھا)، ولید بن مُغیرہ (بنی مَخزُوم میں سے)، اُمَیّہ بن خَلَف اور اُبَیّ بن خَلَف (بنی جُمَح میں سے)، ابوقیس بن فاکہ بن مُغیرہ (بنی مخزوم میں سے)، عاص بن وائل سَہمی (یہ عَمرو بن العاص کا باپ تھا)، نَضر بن الحارث (بنی عبدالدار میں سے)، مُنَبِّہ بن الحَجّاج (بنی سَہم میں سے)، زُہیر بن ابی امیّہ (بنی مخزوم میں سے۔ یہ ام سلمہؓ کا باپ شریک بھائی تھا)، سائب بن صَیفی بن عابد (بنی مخزوم میں سے)، اَسوَد بن عبدالاسد مَخزُومی، عاص بن سعید بن العاص (بنی امیہ میں سے)، ابوالبَختَری عاص بن ہشام (بنی اسد میں سے)، عُقبَہ بن ابی مُعَیط (بنی امیّہ میں سے)، ابن الاَصْدیٰ (یا الاصداء) الہُذَلی، حَکَم بن ابی العاص (بنی امیّہ میں سے، یہ مروان کا باپ تھا)، عَدِیّ بن حَمراء الثَّقَفی۔

دوسرا طبقہ ان بہت سے سردارانِ قریش کا تھا جو دشمن تو ضرور تھے، مگر ایسے دشمن نہ تھے کہ مقدّم الذکر گروہ کی طرح ہاتھ دھو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے پیچھے پڑ گئے ہوں۔ البتہ اسلام کے خلاف جو کارروائیاں کی جاتی تھیں ان میں وہ دشمنوں کا ساتھ دیتے تھے۔ ابن سعد نے عُتبہ بن ربیعہ اور شَیبہ بن رَبیعہ (بنی عبد شمس بن مَناف میں سے) اور ابوسفیان بن حرب (بنی امیّہ میں سے) کو ایسے ہی دشمنوں میں شمار کیا ہے۔ تاہم جو کم سے کم مخالف تھے ان کا طرزِ عمل بھی قرآن مجید میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اَلَآ اِنَّھُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَھُمْ لِیَسْتَخْفُوْا مِنْهُ (ہود-۵) "دیکھو، یہ لوگ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تاکہ اس سے چھپ جائیں" یعنی یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے ایسے بیزار ہیں کہ آپ سے کتراتے ہیں، کہیں آپ کو بیٹھے دیکھتے ہیں تو اُلٹے پھر جاتے ہیں، کبھی آپ کو سامنے

سے آتے دیکھتے ہیں تو رُخ بدل لیتے یا کپڑے کی اوٹ میں منہ چھپا لیتے ہیں، تاکہ آمنا سامنا نہ ہو جائے اور آپ انہیں مخاطب کر کے کچھ بات نہ کرنے لگیں۔

رہے عام اہلِ مکہ، تو ان میں سے کچھ غیر جانبدار تھے، کچھ دلوں میں اسلام کے قائل ہو گئے تھے مگر اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھے، کچھ اسلام قبول کرتے جا رہے تھے، اور ایک بڑی تعداد اپنے سرداروں کے بھڑکانے سے دینِ آبائی کی حمیّت میں مبتلا ہو کر اُن شرارتوں میں شریک ہو جاتی تھی جو اسلام کے خلاف کی جاتی تھیں۔

اب ہم اُن تدابیر کو الگ الگ بیان کرتے ہیں جو مخالفین نے اسلام کی دعوت کا راستہ روکنے کے لیے اختیار کیں۔

۱۔ حضورؐ سے مصالحت کی کوششیں

چونکہ مخالفین حضورؐ کی غیر معمولی شخصیت اور قرآن کی بے پناہ تاثیر کو محسوس کرتے تھے، اس لیے انہوں نے بار بار یہ کوشش کی کہ آپ سے بات چیت کر کے آپ کو دین کے معاملہ میں کسی نہ کسی طرح مصالحت پر راضی کر لیں۔ اس غرض کے لیے ان کے متعدد وفود بھی آپ سے ملے اور خاص خاص اشخاص نے بھی مل کر بات کی۔

عُتبہ بن رَبیعہ کی آپ سے ملاقات

ان ملاقاتوں میں سے ایک اہم ملاقات عُتبہ بن رَبیعہ کی تھی جس کو مختلف محدثین نے مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے، مگر ماحصل میں زیادہ اختلاف نہیں ہے۔ ابن ابی شیبہ نے ابن عمرؓ سے اور عبد بن حُمید، ابو یَعلیٰ اور بیہقی نے جابر بن عبد اللہؓ انصاری سے روایت کیا ہے کہ ایک روز قریش کے کچھ لوگ جمع ہوئے اور انہوں نے آپس میں کہا کہ دیکھو، تم میں کون سب سے زیادہ سحر، کہانت اور شعر کا جاننے والا ہے۔ وہ اِس شخص کے پاس جائے جس نے ہماری جماعت میں پھوٹ ڈال دی ہے، ہمارے معاملات میں خرابی برپا کر دی ہے اور ہمارے دین کو عیب لگایا ہے، اور اس سے بات کر کے دیکھے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ایسا آدمی ہمارے نزدیک عُتبہ بن ربیعہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ سب نے کہا ابو الولید، تم یہ کام کرو، اور وہ آپ کے پاس گیا۔

دوسری روایت محمد بن اسحاق اور بیہقی نے محمد بن کعب القُرَظی سے نقل کی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ قریش کے کچھ سردار مسجدِ حرام میں محفل جمائے بیٹھے تھے اور مسجد کے ایک دوسرے گوشے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تشریف رکھتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت حمزہؓ ایمان لا چکے تھے اور قریش کے لوگ مسلمانوں کی جمعیت میں روز افزوں اضافہ دیکھ دیکھ کر پریشان ہو رہے تھے۔ اس موقع پر عُتبہ بن رَبیعہ (ابو سفیان کے خُسر) نے سردارانِ قریش

نے کہا کہ صاحبو! اگر آپ لوگ پسند کریں تو میں جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بات کروں اور ان کے سامنے چند تجویزیں رکھوں، شاید کہ وہ ان میں سے کسی کو مان لیں اور ہم بھی اسے قبول کرلیں اور اس طرح وہ ہماری مخالفت سے باز آجائیں۔ سب حاضرین نے اس سے اتفاق کیا اور کہا کہ "ابوالولید، تم پر پورا اطمینان ہے، ضرور جا کر اس سے بات کرو۔" عتبہ اٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا بیٹھا۔ آپؐ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے کہا "بھتیجے، ہمارے ہاں تم کو جو عزت حاصل تھی وہ تم خوب جانتے ہو۔ اور نسب میں بھی تم ایک شریف ترین گھرانے کے فرد ہو۔ تم اپنی قوم پر یہ کیا مصیبت لے آئے ہو؟ تم نے جماعت میں تفرقہ ڈال دیا۔ ساری قوم کو بے وقوف ٹھیرایا۔ قوم کے دین اور اس کے معبودوں کی برائی کی اور ہمارے باپ دادا جو مر چکے ہیں، ان سب کو تم نے کافر اور گمراہ ٹھیرایا۔ اب ذرا میری بات سنو۔ میں کچھ تجویزیں تمہارے سامنے رکھتا ہوں۔ ان پر غور کرو۔ شاید کہ ان میں سے کسی کو تم قبول کرلو۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابوالولید، آپ کہیں، میں سنوں گا۔ اس نے کہا "بھتیجے یہ کام جو تم نے شروع کیا ہے، اس سے اگر تمہارا مقصد مال حاصل کرنا ہے تو ہم سب مل کر تم کو اتنا کچھ دیے دیتے ہیں کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ۔ اگر اس سے اپنی بڑائی چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنائے لیتے ہیں، کسی معاملے کا فیصلہ تمہارے بغیر نہ کریں گے۔ اگر بادشاہی چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ اور اگر تم پر کوئی جن آتا ہے جسے تم خود دفع کرنے پر قادر نہیں ہو اور تمہیں سوتے یا جاگتے میں واقعی کچھ نظر آنے لگا ہے تو ہم بہترین اطباء بلواتے ہیں اور سب مل کر اپنے خرچ پر تمہارا علاج کراتے ہیں۔" عتبہ یہ باتیں کرتا رہا اور حضورؐ خاموش سنتے رہے۔ پھر آپ نے فرمایا "ابوالولید، آپ کو جو کچھ کہنا تھا کہہ چکے یا ابھی اور کچھ کہنا ہے"؟ اس نے کہا "بس جو کچھ کہنا تھا وہ میں نے کہہ دیا"۔ آپ نے فرمایا "اچھا، اب میری سنیے"۔ اس کے بعد آپؐ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورۂ حٰمٓ السجدہ کی تلاوت شروع کی اور عتبہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیکے غور سے سنتا رہا۔ آیتِ سجدہ (آیت ۳۸) پر پہنچ کر آپؐ نے سجدہ کیا، پھر سر اٹھا کر فرمایا، "ابوالولید، میرا جواب آپ نے سن لیا، اب آپ جانیں اور آپ کا کام"۔ عتبہ اٹھ کر سردارانِ قریش کی مجلس کی طرف چلا تو لوگوں نے دور سے اس کو دیکھتے ہی کہا، خدا کی قسم عتبہ کا چہرہ بدلا ہوا ہے، یہ وہ صورت نہیں ہے جسے لے کر یہ گیا تھا۔ پھر جب وہ آکر بیٹھا تو لوگوں نے کہا، کیا سن آئے؟ اس نے کہا، "بخدا، میں نے ایسا کلام سنا کہ کبھی اس سے پہلے نہ سنا تھا۔ خدا کی قسم، نہ یہ شعر ہے، نہ سحر ہے نہ کہانت۔ اے اہل قریش، میری بات مانو اور اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کلام رنگ لا کر رہے گا۔ فرض کرو، اگر عرب اس پر غالب آگئے تو اپنے بھائی کے خلاف ہاتھ اٹھانے

سے تم بچ جاؤ گے اور دوسرے اس سے نمٹ لیں گے۔ لیکن اگر وہ عرب پر غالب آگیا تو اس کی بادشاہی تمہاری بادشاہی اور اس کی عزت تمہاری عزت ہی ہوگی۔" سردارانِ قریش اس کی یہ بات سنتے ہی بول اٹھے "ولید کے ابا، آخر اس کا جادو تم پر بھی چل گیا"۔ عتبہ نے کہا، میری جو رائے تھی وہ میں نے تمہیں بتادی، اب تمہارا جو جی چاہے کرتے رہو"۔

بیہقی نے اس واقعہ کے متعلق جو روایات جمع کی ہیں ان میں یہ اضافہ ہے کہ جب آپؐ سورۂ حٰم السجدہ کی آیت ۱۳ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ (اب اگر یہ لوگ منہ موڑتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ میں نے تم کو اسی طرح کے اچانک ٹوٹ پڑنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے جیسا عاد و ثمود پر نازل ہوا تھا) پر پہنچے تو عتبہ نے بے اختیار آپ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر کہنے لگا کہ "ایسی بات نہ کہو"۔ اور اپنی اس حرکت کا سبب اس نے لوگوں کو یہ بتایا کہ "تم لوگ جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب کوئی بات کہتے ہیں تو وہ جھوٹی نہیں ہوتی، اس لیے مجھے عذاب کا خوف ہوا"۔

ایک اور وفد کی ملاقات محمد بن اسحاق ابن عباسؓ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عُتبہ بن رَبیعہ، شَیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، نضر بن حارث، ابوالبختری بن ہشام، اَسوَد بن المُطّلِب، زَمعہ بن الاسوَد، ولید بن مُغیرہ، ابوجہل، عبداللہ بن ابی امیّہ، اُمیّہ بن خلف، عاص بن وائل اور حجاج سہمی کے بیٹے نُبیہ اور مُنبّہ غروب آفتاب کے بعد کعبہ کی دیوار کے پاس جمع ہوئے اور آپس میں کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلا کر بات کرو اور ان سے بحث کر کے اپنی حجت پوری کردو۔ چنانچہ حضورؐ کو پیغام بھیجا گیا کہ آپ کی قوم کے اشراف جمع ہوئے ہیں تاکہ آپ سے بات کریں۔ حضورؐ چونکہ ان لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے خود بے چین تھے اس لیے آپ فوراً تشریف لے آئے۔ ان لوگوں نے کہا "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، ہم نے تم کو اس لیے بلایا ہے کہ تمہارے معاملہ میں اپنی طرف سے حجت پوری کردیں۔ واللہ، ہم نہیں جانتے کہ عرب میں سے کسی شخص نے اپنی قوم میں وہ فتنہ ڈالا ہو جو تم نے اپنی قوم میں ڈالا ہے۔ تم نے باپ دادا کو برا کہا، دین میں عیب نکالا، لوگوں کو بے وقوف ٹھیرایا، معبودوں کی برائی کی، جماعت میں پھوٹ ڈال دی، اور کوئی قبیح بات ایسی نہ رہی جو تم ہمارے اور اپنے درمیان نہ لے آئے۔ اگر تم یہ سب کچھ مال کی طلب میں کر رہے ہو تو ہم اپنے مال جمع کر کے تم کو اتنا دے دیں گے کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مال دار ہو جاؤ۔ اگر ہم میں اپنی بڑائی چاہتے ہو تو ہم تم کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں (ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حتیٰ کہ ہم کسی معاملہ کا فیصلہ تمہارے بغیر نہ کریں گے)۔ اور اگر تم بادشاہی چاہتے ہو تو ہم تم کو بادشاہ بنائے لیتے

ہیں۔ لیکن اگر یہ کوئی جن تم پر آتا ہے جو تم پر مسلّط ہو گیا ہے تو ہم اپنے مال صرف کر کے تمہارے علاج کا بندوبست کرتے ہیں تاکہ تم اس کی گرفت سے چھوٹ جاؤ، یا کم از کم ہماری طرف سے عذر پورا ہو جائے۔" جواب میں حضورؐ نے فرمایا کہ "مجھے وہ کوئی مرض لاحق نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو، نہ میں جو چیز تمہارے پاس لایا ہوں وہ اس لیے لایا ہوں کہ تم سے تمہارے مال طلب کروں، یا تم میں شرف حاصل کروں، یا تمہارا بادشاہ بن جاؤں۔ بلکہ اللہ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر ایک کتاب نازل کی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے لیے بشیر (ایمان لانے پر خوشخبری دینے والا) اور نذیر (ایمان نہ لانے پر ڈرانے والا) بنوں۔ چنانچہ میں نے اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچا دیے اور تمہیں نصیحت کر دی۔ اب اگر تم اُس چیز کو قبول کر لو جو میں تمہارے پاس لایا ہوں تو وہ تمہارے لیے دنیا اور آخرت میں خوش نصیبی ہے۔ اور اگر اسے رد کرتے ہو تو میں اللہ کے حکم پر صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔" اس پر کفار کے سرداروں نے حضورؐ سے طرح طرح کے معجزات کا مطالبہ کیا (جن کا ذکر جگہ جگہ قرآن مجید میں کیا گیا ہے اور جن کا جواب بھی قرآن مجید میں دے دیا گیا ہے[1] اس لیے یہاں ہم ان کو درج نہیں کر رہے ہیں)۔ ابن ہشام نے ابن اسحاق سے اس واقعہ کی جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ معجزات کے یہ مطالبے سن کر حضورؐ نے فرمایا "میں ان کاموں کے لیے تمہارے پاس نہیں بھیجا گیا ہوں۔ میں نے وہ باتیں تمہارے سامنے پیش کر دی ہیں جن کے لیے مجھے اللہ نے بھیجا ہے۔" آخر کار ان لوگوں نے حضورؐ کو یہ دھمکی دی کہ "واللہ، ہم تم کو اور تمہاری اِن کارروائیوں کو جو تم ہمارے درمیان کر رہے ہو یونہی نہیں چھوڑ دیں گے تا آنکہ یا ہم تمہیں ختم کر دیں یا تم ہمیں ختم کر دو۔"

مصالحت کی چند اور کوششیں اس کے علاوہ بھی متعدد مواقع پر قریش کے سردار حضورؐ کے سامنے متعدد تجویزیں پیش کرتے رہے کہ آپ کسی بات پر راضی ہو جائیں اور آپ کی اور ان کی کشمکش ختم ہو جائے۔

---

[1] مثال کے طور پر قرآن میں فرمایا گیا: وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۔ (الانعام آیت ۷) "اگر ہم تیرے اُوپر کاغذ میں لکھی ہوئی کوئی کتاب نازل کر دیتے اور یہ لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر بھی دیکھ لیتے تو جن لوگوں نے نہیں مانا وہ کہتے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔" وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ (الحجر آیت ۱۴-۱۵) "اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ بھی کھول دیتے اور یہ اس میں چڑھنے لگتے تو یہ کہتے کہ ہماری آنکھوں کو دھوکا ہو رہا ہے، بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔"

حضرت عبداللہؓ بن عباس کی روایت ہے کہ قریش کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ "ہم آپ کو اتنا مال دیے دیتے ہیں کہ آپ مکے کے سب سے زیادہ مال دار آدمی بن جائیں، آپ جس عورت کو پسند کریں اس سے آپ کی شادی کیے دیتے ہیں، ہم آپ کے پیچھے چلنے کے لیے تیار ہیں، آپ بس ہماری یہ بات مان لیں کہ ہمارے معبودوں کی برائی کرنے سے باز رہیں۔ اگر یہ آپ کو منظور نہیں، تو ہم ایک اور تجویز آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں جس میں آپ کی بھی بھلائی ہے اور ہماری بھی"۔ حضورؐ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا "ایک سال آپ ہمارے معبودوں لات اور عزّٰی کی عبادت کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں"۔ حضورؐ نے فرمایا "اچھا ٹھیرو، میں دیکھتا ہوں کہ میرے رب کی طرف سے کیا حکم آتا ہے"[۱]۔ اس پر وحی نازل ہوئی قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ۔ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۔ "کہدو کہ اے کافرو، میں اُن کی عبادت نہیں کرتا جن کی عبادت تم کرتے ہو اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ اور نہ میں اُن کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین"۔ اور یہ کہ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ (الزّمر آیت ۶۴) "اِن سے کہو اے نادانو، کیا تم مجھ سے یہ کہتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں"؟ (ابن جریر (فی التفسیر والتاریخ)، ابن ابی حاتم۔ طبرانی)۔

ابن عباس کی ایک اور روایت یہ ہے کہ قریش کے لوگوں نے حضورؐ سے کہا "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، اگر تم ہمارے معبودوں کو چوم لو تو ہم تمہارے معبود کی عبادت کریں گے۔ اس پر سورۂ کافرون نازل ہوئی (عبد بن حُمید)۔

---

[۱] اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی درجہ میں بھی اِس تجویز کو قابلِ قبول کیا معنی قابلِ غور بھی سمجھتے تھے، اور آپ نے معاذ اللہ کفار کو یہ جواب اِس امید پر دیا تھا کہ شاید اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی منظوری آجائے، بلکہ دراصل یہ بات بالکل ایسی ہی تھی جیسے کسی ماتحت افسر کے سامنے کوئی بے جا مطالبہ پیش کیا جائے اور وہ جانتا ہو کہ اس کی حکومت کے لیے یہ مطالبہ قابلِ قبول نہیں ہے، مگر وہ خود صاف انکار کر دینے کے بجائے مطالبہ کرنے والے سے کہے کہ میں آپ کی درخواست اُوپر بھیجے دیتا ہوں، جو کچھ وہاں سے جواب آئے گا وہ آپ کو بتادوں گا۔ اس سے فرق یہ واقع ہوتا ہے کہ ماتحت افسر اگر خود ہی انکار کر دے تو لوگوں کا اصرار جاری رہتا ہے، لیکن اگر وہ بتائے کہ اُوپر سے حکومت کا جواب ہی تمہارے مطالبہ کے خلاف آیا ہے تو لوگ مایوس ہو جاتے ہیں۔

سعید بن مِیناء (ابو البختری کے آزاد کردہ غلام) کی روایت ہے کہ ولید بن مُغیرہ، عاص بن وائل، اسود بن المطّلب اور اُمیّہ بن خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور آپ سے کہا "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آؤ ہم تمہارے معبود کی عبادت کرتے ہیں اور تم ہمارے معبودوں کی عبادت کرو اور ہم اپنے سارے کاموں میں تمہیں شریک کیے لیتے ہیں۔ اگر وہ چیز جو تم لے کر آئے ہو اُس سے بہتر ہوئی جو ہمارے پاس ہے تو ہم تمہارے ساتھ اس میں شریک ہوں گے اور اپنا حصّہ اس سے پالیں گے۔ اور اگر وہ چیز جو ہمارے پاس ہے اس سے بہتر ہوئی جو تم لائے ہو تو تم ہمارے ساتھ اس میں شریک ہو گے اور اس سے اپنا حصّہ پالو گے"۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی کہ قُلْ یَآاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ (ابن جریر۔ ابن ابی حاتم۔ ابن ہشام اور بلاذری نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے)

وہب بن مُنَبِّہ کی روایت ہے کہ قریش کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اگر آپ پسند کریں تو ایک سال ہم آپ کے دین میں داخل ہو جائیں اور ایک سال آپ ہمارے دین میں داخل ہو جایا کریں۔ (عبد بن حُمید، ابن ابی حاتم)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک ہی مجلس میں نہیں بلکہ مختلف اوقات میں مختلف مواقع پر کفارِ قریش نے حضورؐ کے سامنے اس قسم کی تجویزیں پیش کی تھیں اور اس بات کی ضرورت تھی کہ ایک دفعہ دو ٹوک جواب دے کر اُن کی اس امید کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کے معاملہ میں کچھ دو اور کچھ لو کے طریقے پر ان سے کوئی مصالحت کرلیں گے۔

۲۔ جناب ابو طالب پر دباؤ ڈالنے کی کوششیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو روکنے کے لیے قریش کی دوسری تدبیر یہ تھی کہ پے در پے ابو طالب سے مل کر ان پر بھی دباؤ ڈالیں کہ وہ آپ کی حمایت چھوڑ دیں، اور ان کے ذریعہ سے حضورؐ پر بھی دباؤ ڈلوائیں کہ آپ اپنے کام سے باز آجائیں۔

پہلا وفد محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ قریش نے جب دیکھا کہ ابو طالب حضورؐ کی حمایت کر رہے ہیں اور آپ کو اُن باتوں سے نہیں روکتے جو انہیں سخت ناگوار ہیں تو اشرافِ قریش کا ایک وفد ان کے پاس گیا جس میں بنی عبد شمس بن عبد مناف میں سے عُتبہ بن ربیعہ اور شَیبہ بن ربیعہ، بنی اُمیّہ میں سے ابو سفیان، بنی اَسَد بن عبد العُزّیٰ میں سے ابو البختری عاص بن ہشام اور اسود بن المطّلب، بنی مخزوم میں سے ابو جہل اور ولید بن مُغیرہ، بنی سہم میں سے حجاج کے بیٹے نُبَیہ اور مُنَبِّہ اور عاص بن وائل شامل تھے۔ انہوں نے کہا کہ "اے ابو طالب آپ کے بھتیجے نے ہمارے معبودوں

کی بُرائی کی، ہمارے دین میں عیب نکالا، ہماری عقلوں کو حماقت قرار دیا، ہمارے باپ دادا کو گمراہ ٹھیرایا۔ اب یا تو آپ اُسے ہماری دل آزاری سے روکیں، یا ہمارے اور اُس کے درمیان سے ہٹ جائیں، کیونکہ آپ خود بھی تو ہماری طرح اُس کے لائے ہوئے دین کے خلاف ہیں۔ پھر ہم اُس سے نمٹ لیں گے"۔ ابوطالب نے ان کو بہت نرم جواب دے کر اور اچھی اچھی باتیں کر کے ٹھنڈا کیا اور وہ چلے گئے (ابن ہشام۔ طبری۔ البدایہ والنہایہ)۔

دوسرا وفد پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنا کام جاری رکھا اور قریش کے سردار اس پر اُونٹتے رہے تو آخر ان سے صبر نہ ہو سکا اور ایک دوسرا وفد لے کر وہ ابوطالب کے پاس گئے اور کہا کہ "اے ابوطالب آپ ہمارے درمیان سن رسیدہ بزرگ ہیں، شرف اور قدر و منزلت رکھتے ہیں۔ ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپ اُس کی حمایت سے باز آجائیں، مگر آپ باز نہ آئے۔ ہم سے اپنے باپ دادا کی بُرائی اور اپنی عقلوں کی توہین اور اپنے معبودوں کی عیب چینی برداشت نہیں ہو سکتی۔ اب یا تو آپ اُسے روکیں، یا پھر ہمارا اور آپ کا مقابلہ ہوگا یہاں تک کہ فریقین میں سے کوئی ایک ہلاک ہو جائے"۔ اس کے بعد روایات میں اختلاف ہے۔

امام بخاریؒ نے تاریخ میں اور حافظ ابو یعلیٰ نے اپنی مُسند میں عقیل بن ابی طالب کی جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ ہے کہ ان لوگوں کی موجودگی ہی میں میرے والد نے مجھ سے کہا کہ جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کو بلا لاؤ۔ میں سخت گرمی میں ان کو تلاش کر کے لے آیا۔ آپ تشریف لائے تو ابوطالب نے کہا کہ "بھتیجے تمہارے بنی عم مجھ سے تمہارے متعلق یہ شکایت کر رہے ہیں کہ تم انہیں ان کی مجلسوں میں اور مسجد (یعنی مسجد حرام) میں اذیت دیتے ہو۔ تم ان کو اذیت دینا بند کر دو"۔ اس پر حضورؐ نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور قریش کے سرداروں سے فرمایا آپ لوگ یہ سورج دیکھ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا "یہ سورج جس طرح آپ لوگوں سے اپنے شعلے روک دینے پر قادر نہیں اُسی طرح میں بھی اس کام کو چھوڑ دینے پر قادر نہیں ہوں"۔ یہ جواب دے کر آپ اُٹھ گئے اور آپ کے جانے کے بعد ابوطالب نے کہا میرے بھتیجے نے کبھی کوئی جھوٹی بات نہیں کہی ہے، لہٰذا آپ لوگ تشریف لے جائیں۔ طبرانی نے اوسط اور کبیر میں بھی یہ روایت نقل کی ہے اور ابو یعلیٰ نے بھی اختصار کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔

ابن ہشام، طبری، بیہقی اور بلاذری نے یہ واقعہ اس طرح نقل کیا ہے کہ ان لوگوں کے جانے کے بعد ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو بُلا کر کہا "بھتیجے تمہاری قوم نے آکر مجھ سے یہ یہ باتیں کہی ہیں تم میرے لیے بھی اور اپنے لیے بھی جینے کی کچھ گنجائش باقی رہنے دو اور مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ نہ میں اسے اُٹھا سکوں اور نہ تم اُٹھا سکو۔ لہٰذا اپنی قوم سے ایسی باتیں کہنا چھوڑ دو جو انہیں ناگوار ہیں"۔ ابوطالب کی یہ بات سن کر حضورؐ نے محسوس کیا کہ چچا کے لیے

اب میری حمایت کرنا مشکل ہوگیا ہے اور وہ اِس سے دست بردار ہونے اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دینے کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔ تب آپ نے فرمایا "چچا جان، اگر سورج میرے سیدھے ہاتھ پر اور چاند بائیں ہاتھ پر بھی رکھ دیا جائے تو میں یہ کام نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ یا تو اللہ اسے کامیاب فرما دے یا میں اس راہ میں ہلاک ہو جاؤں"۔ پھر آپ رنجیدہ ہو کر رو دیے اور اُٹھ کر جانے لگے۔ ابو طالب نے یہ دیکھ کر کہ حضوؐر پر اس بات کا کیسا سخت اثر ہوا ہے آپ کو پکارا۔ آپ پلٹ کر آئے تو انہوں نے کہا اپنا کام جاری رکھو اور جو کچھ کرنا چاہو کرو، خدا کی قسم میں کسی چیز کی وجہ سے بھی تمہیں دشمنوں کے حوالے نہ کروں گا۔

ابو جہل حضوؐر کے قتل کا ارادہ کرتا ہے محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ ابو جہل نے قریش کے لوگوں سے کہا "اے گروہ قریش تم نے دیکھ لیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کس طرح صاف صاف کہہ دیا ہے کہ وہ ہمارے دین کی بُرائی کرنے، ہمارے باپ دادا کو گمراہ کہنے، ہماری عقلوں کو بے عقلی قرار دینے اور ہمارے معبودوں کو گالیاں دینے سے باز نہ آئیں گے اب میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کل میں ایک پتھر لے کر بیٹھوں گا اور جب وہ نماز میں سجدہ کریں گے تو ان کا سر کچل دوں گا پھر بنی عبدِ مَناف جو چاہیں کریں"۔ دوسرے روز صبح کو وہ پتھر لے کر آپ کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ حضوؐر حسبِ عادت تشریف لائے اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ قریش کے لوگ بھی اپنی مجلسوں میں جمع ہو گئے کہ اب دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ حضوؐر جب سجدے میں گئے تو ابو جہل پتھر لے کر آگے بڑھا، مگر یکایک وہ آپ کے قریب پہنچ کر پلٹا۔ وہ سخت خوف زدہ تھا، اُس کا رنگ فق تھا، اور پتھر بھی اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا۔ قریش کے لوگ اُٹھ کر اس کے پاس گئے اور پوچھا ابو الحکم، یہ تمہیں کیا ہو گیا؟ اُس نے کہا" میں وہی کام کرنے کے لیے آگے بڑھا تھا جو میں تم سے کہہ چکا تھا، مگر جب میں قریب پہنچا تو میرے آگے ایک ایسا زبردست اُونٹ آگیا کہ میں نے کبھی اتنے بڑے سر اور ایسی گردن اور ایسی کچلیوں والا اُونٹ نہ دیکھا تھا۔ اور وہ مجھے چبا ڈالنے کے لیے تیار ہو گیا"۔ بعد میں حضوؐر نے فرمایا وہ جبریل تھے۔

تیسرا وفد ابن سعد نے لکھا ہے کہ قریش کے شیوخ پھر ایک دفعہ ابو طالب کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ آپ ہمارے بڑے اور سردار ہیں، ہم آپ کے سامنے ایک انصاف کی بات پیش کرتے ہیں اور آپ بھی ہمارے اور اس کے درمیان انصاف کریں۔ اپنے بھتیجے کو بُلائیے اور اُس سے کہیے کہ وہ ہمارے معبودوں کی بُرائی چھوڑ دے اور ہم اسے اور اس کے معبود کو اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس پر ابو طالب نے حضوؐر کو بلایا اور کہا "بھتیجے، یہ تمہارے اعمام اور تمہاری قوم کے اشراف اور شیوخ آئے ہیں اور تم سے ایک انصاف کی بات طے کرنا چاہتے ہیں۔ حضوؐر نے کہا آپ لوگ فرمائیں، میں سُنتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ تم ہمیں اور ہمارے معبودوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو اور ان کی بُرائی کرنے سے

آجاؤ۔ ہم تمہیں اور تمہارے معبود کو تمہارے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔ ابوطالب نے کہا یہ تو انہوں نے انصاف کی بات کہی ہے اسے مان لو۔ حضور نے فرمایا "چچا جان، کیا میں اس سے بہتر چیز کی طرف انہیں نہ بلاؤں؟" ابوطالب نے پوچھا "وہ کیا بات ہے؟" حضور نے فرمایا "میں انہیں ایک ایسے کلمے کی طرف بلاتا ہوں جس کے اگر یہ قائل ہو جائیں تو عرب کے فرمانروا بن جائیں اور عجم ان کا تابع ہو جائے"۔ ابوجہل بولا "یہ تو بڑے نفع کا سودا ہے، تمہارے باپ کی قسم ہم ایک نہیں دس ایسے کلمے کہنے کے لیے تیار ہیں۔" حضورؐ نے فرمایا کہو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اس پر وہ سب غضبناک ہو کر نفرت کے ساتھ جھٹک گئے اور کہنے لگے اِصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ، اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ (صٓ آیت ۶) "اپنے معبودوں کی عبادت پر ڈٹے رہو، اس بات سے تو کچھ اور ہی مراد ہے۔"

اس واقعہ کے متعلق روایات میں اختلاف ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں اور طبری نے تاریخ میں اسے زمانہ کے تعین کے بغیر بیان کیا ہے۔ ابن اسحاق نے اسے حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے بعد کا واقعہ بیان کیا ہے اور اسی کو زمخشری، رازی اور نیشاپوری وغیرہ مفسرین نے اختیار کیا ہے۔ لیکن متعدد دوسری روایات میں اسے اُس وقت کا واقعہ لکھا ہے جب ابوطالب مرض وفات میں مبتلا تھے۔ امام احمد، نسائی، ترمذی، بیہقی، ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر اور تاریخ میں جو واقعہ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ابوطالب بیمار ہوئے اور قریش کے سرداروں نے محسوس کیا کہ اب یہ ان کا آخری وقت ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ چل کر شیخ سے بات کرنی چاہیے۔ وہ ہمارا اور اپنے بھتیجے کا جھگڑا چکا جائیں تو اچھا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا انتقال ہو جائے اور ان کے بعد ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کوئی سخت معاملہ کریں اور عرب کے لوگ ہمیں طعنہ دیں کہ جب تک شیخ زندہ تھا، یہ لوگ اس کا لحاظ کرتے رہے۔ اب اس کے مرنے کے بعد ان لوگوں نے اس کے بھتیجے پر ہاتھ ڈالا ہے۔ اس رائے پر سب کا اتفاق ہو گیا اور تقریباً ۲۵ سردارانِ قریش، جن میں ابوجہل، ابوسفیان، اُمیّہ بن خلف، عاص بن وائل، اَسوَد بن المطّلب، عُقبہ بن ابی مُعیط، عُتبہ اور شیبہ شامل تھے، ابوطالب کے پاس پہنچے۔ ان لوگوں نے پہلے تو حسبِ معمول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنی شکایات بیان کیں، پھر کہا ہم آپ کے سامنے ایک انصاف کی بات پیش کرنے آئے ہیں۔ آپ کا بھتیجا ہمیں ہمارے دین پر چھوڑ دے اور ہم اسے اس کے دین پر چھوڑے دیتے ہیں۔ وہ جس معبود کی عبادت کرنا چاہے کرے، ہمیں اس سے کوئی تعرض نہیں۔ مگر وہ ہمارے معبودوں کی مذمت نہ کرے اور یہ کوشش نہ کرتا پھرے کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ اس شرط پر آپ ہم سے اس کی صلح کرا دیں۔ ابوطالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور آپؐ سے کہا کہ بھتیجے یہ تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ تم ایک منصفانہ بات پر ان سے اتفاق کر لو۔ تاکہ تمہارا اور

ان کا جھگڑا ختم ہو جائے۔ پھر انہوں نے وہ بات حضورؐ کو بتائی جو سردارانِ قریش نے ان سے کہی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا، چچا جان، میں تو اِن کے سامنے ایک ایسا کلمہ پیش کرتا ہوں جسے اگر یہ مان لیں تو عرب ان کا تابع اور عجم ان کا باج گزار ہو جائے[1]۔ یہ سُن کر پہلے تو وہ لوگ سٹ پٹا گئے۔ ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آخر کیا کہہ کر ایسے ایک مفید کلمے کو رد کریں۔ پھر کچھ سنبھل کر بولے، تم ایک کلمہ کہتے ہو، ہم ایسے دس کلمے کہنے کو تیار ہیں، مگر یہ بتاؤ کہ وہ کلمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ اس پر وہ سب یکبارگی اُٹھ کھڑے ہوئے اور وہ باتیں کہتے ہوئے نکل گئے جو سورۂ صٓ کے ابتدائی حصہ میں (آیت ۴ سے ۸ تک) بیان ہوئی ہیں۔

چوتھا وفد ابن ہشام، ابن جریر طبری، ابن سعد، بلاذری اور ابن کثیر نے لکھا ہے کہ قریش نے جب دیکھا کہ ابو طالب کسی طرح حضورؐ کو چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتے اور وہ قوم کی عداوت اور اس سے جدائی تک اپنے بھتیجے کی مول لینے کو تیار ہیں تو وہ وَلید بن مُغیرہ کے بیٹے عُمَارَہ بن ولید کو ان کے پاس لے گئے اور کہا کہ "اے ابو طالب، عمارہ بن ولید قریش کا نہایت نام آور اور خوبصورت جوان ہے، اس کو لے کر بیٹا بنا لو اور اس کے بدلے اپنے اس بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دو جس نے تمہارے آبا و اجداد کے دین کی مخالفت کی اور تمہاری قوم میں پھوٹ ڈال دی اور ہم سب کو احمق قرار دیا۔ ہم ایک آدمی لے کر دوسرا لیتے ہیں تاکہ اسے قتل کر ڈالیں۔" ابو طالب جواب دیا، "واللہ تم نے بدترین سوال مجھ سے کیا۔ اپنا بیٹا مجھے دیتے ہو کہ میں اسے پالوں، اور میرا بیٹا مجھ سے مانگتے ہو کہ تم اسے قتل کر ڈالو۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔" مُطعِم بن عَدِی نے جو ہاشم کے بھائی نَوفَل کی اولاد سے تھا

---

[1] حضورؐ کے اس ارشاد کو مختلف راویوں نے مختلف الفاظ میں نقل کیا ہے: ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اُرِیدھم کلمۃ واحدۃ یقولونھا تدین لھم بھا العرب وتؤدی الیھم بھا العجم الجزیۃ۔ دوسری روایت میں یہ ہیں: ادعوھم الی ان یتکلموا بکلمۃ تدین لھم بھا العرب ویملکون بھا العجم۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے ابو طالب کے بجائے قریش کے لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا: کلمۃ واحدۃ تعطونیھا تملکون بھا العرب وتدین لکم بھا العجم۔ اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: ارأیتکم ان اعطیتکم کلمۃ تکلمتم بھا ملکتم بھا العرب ودانت لکم العجم۔ ان لفظی اختلافات کے باوجود مدعا سب کا یکساں ہے، یعنی حضورؐ نے ان سے کہا کہ اگر میں ایک ایسا کلمہ تمہارے سامنے پیش کر دوں جسے قبول کر کے تم عرب و عجم کے مالک ہو جاؤ گے تو بتاؤ کہ یہ زیادہ بہتر بات ہے یا وہ جسے تم انصاف کی بات کہہ کر میرے سامنے پیش کر رہے ہو؟ تمہاری بھلائی اس کلمے کو مان لینے میں ہے یا اس میں کہ جس حالت میں تم پڑے ہو اُسی میں تم کو پڑا رہنے دوں اور بس اپنی جگہ آپ ہی اپنے خدا کی عبادت کرتا رہوں؟

واللہ اے ابوطالب تمہاری قوم نے تو تمہارے ساتھ انصاف کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ جس مشکل میں تم پڑ گئے ہو اس سے تم نکل جاؤ۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ تم ان کی کوئی بات قبول نہیں کرتے۔" ابوطالب نے جواب دیا کہ "واللہ انہوں نے مجھ سے کوئی انصاف نہیں کیا۔ مگر تم مجھے چھوڑ کر میرے خلاف ان کا ساتھ دے رہے ہو۔ اچھا، کرو جو تمہارا جی چاہے۔" ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ اس پر بات بڑھ گئی، اور لڑائی ٹھن گئی اور لوگوں نے ایک دوسرے کے مقابلے کا فیصلہ کر لیا۔

ابوطالب کا بنی ہاشم اور بنی المطلب کو جمع کرنا | ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس کے بعد ابوطالب نے بنی ہاشم اور بنی المطّلب کو جمع کیا اور انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ سب متفق ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت وحفاظت کریں گے۔ اس بات کو سب نے قبول کر لیا اور ابوطالب کا ساتھ دینے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ صرف ابولہب اس سے الگ رہا۔

قریش کو ابوطالب کی دھمکی | ابن سعد نے لکھا ہے کہ جس زمانہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت زور وشور پر ہو رہی تھی اور ابھی ہجرتِ حبشہ واقع نہ ہوئی تھی، ایک روز ابوطالب اور دوسرے اہل خاندان حضورؐ کے مکان پر آئے اور آپؐ کو وہاں نہ پایا۔ ابوطالب کو شبہ ہوا کہ حضورؐ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے اسی وقت بنی ہاشم اور بنی المطّلب کے نوجوانوں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ "ایک ایک خنجر یا کوئی اور ہتھیار لے کر کپڑوں میں چھپا لو اور میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ جب میں مسجد حرام میں داخل ہوں تو دیکھو کہ عُظَمائے قریش کی کونسی مجلس میں ابن الحنظلیّہ (یعنی ابوجہل) بیٹھا ہے۔ بس اس مجلس کے کسی شخص کو جیتا نہ چھوڑنا کیونکہ لامحالہ اسی پارٹی نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کیا ہوگا۔" اس ارادہ سے ابوطالب چلے۔ اتنے ہی حضرت زیدؓ بن حارثہ مل گئے اور ان سے معلوم ہوا کہ حضورؐ بخیریت ہیں۔ دوسرے روز ابوطالب صبح کے وقت حضورؐ کے مکان پر آئے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر بنی ہاشم اور بنی المطلب کے نوجوانوں سمیت قریش کے سرداروں کی مجلس میں پہنچے اور ان سے کہا کہ اے قریش کے لوگو، تمہیں کچھ معلوم ہے کہ میں نے کیا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں۔ ابوطالب نے سارا ماجرا بیان کیا اور اپنے نوجوانوں سے کہا کہ ذرا اپنی چادریں ہٹاؤ۔ جب انہوں نے چادریں ہٹائیں تو لوگوں نے دیکھا کہ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک تیز ہتھیار ہے۔ پھر ابوطالب نے کہا خدا کی قسم، اگر تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا تو میں تم میں سے ایک کو بھی جیتا نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ ہم لڑ لڑ کر ختم ہو جائیں۔ اس واقعہ نے قریش کو احساس دلایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہاتھ ڈالنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اور سب سے زیادہ ابوجہل کے لیے یہ واقعہ سخت ہمت شکن تھا۔

(باقی)